ترتیب دیا ہے۔ انھوں نے اپنی جانب سے کچھ کہنے کے بجائے، اردو کے معروف اخبارات و جرائد کے دامن سے چند عبرت پارے جمع کر دیے ہیں۔ خبروں، تبصروں اور شذرات میں مغرب کے رویوں پر دال واقعات و تاثرات کی ایک زنجیر کچھ اس طرح نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ ہر حلقہ زنجیر اپنی قہرسامانیوں کا گواہ بن جاتا ہے۔

متفرق شذرات سے ترتیب پانے والی کتاب میں کچھ کمزوریاں بھی ہیں، مثال کے طور پر، مولانا محمد مسعود اظہر کے مضمون "بنیاد پرستی: جرم یا سعادت؟" میں وہ لکھتے ہیں: "جیساکہ مصر میں مسلمانوں کی ایک اہم سیاسی پارٹی "اخوان المسلمون" کو اب بنیاد پرست نہیں کہا جاتا ہے۔ اسی طرح تنظیم "الجہاد" کو بنیاد پرست کہا جاتا ہے، کیونکہ اس کے پاس جہادی تربیت اور جہادی قوت موجود ہے۔ خود اخوان المسلمون کو بھی اس وقت بنیاد پرست کہا جاتا تھا، جب وہ جہادی منشور پر یقین رکھتی تھی، مگر جب سے جہاد کی جگہ مروجہ سیاست نے لے لی ہے، اس وقت سے ان پر بنیاد پرستی کا لیبل ہٹ چکا ہے" (ص ۸۴)۔ مولف کو، اس پیراگراف کے تضادات کے متعلق حاشیے میں وضاحت کرنی چاہیے تھی۔ مجموعی حیثیت سے یہ کتاب قارئین کو، خصوصاً خود مغرب سے مرعوب افراد کو کچھ روشنی دکھا سکتی ہے (سلیم منصور خالد)۔

تفہیم و تجزیہ، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی۔ ناشر: کلیہ علوم اسلامیہ و شرقیہ، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور۔ صفحات: ۱۷۶۔ قیمت: ۱۰۰ روپے (مجلد)۔

تفہیم و تجزیہ اردو ادب سے متعلق مصنف کے ۹ تحقیقی اور تنقیدی مضامین اور ایک روداد پر مشتمل ہے جس میں تعمیری سوچ کے ساتھ تجزیہ و رہنمائی کی کوشش کی گئی ہے۔ پہلے مضمون میں سرسید کے بارے میں کہا گیا ہے: "انھوں نے عقلی نقطہ نظر سے مذہب کی تعبیرو تفسیر کا بیڑا اٹھایا۔ ان کا خیال تھا کہ مذہب کو وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونا چاہیے۔ یوں سیاسی سوچ اور مذہبی تفسیر، ہر دو اعتبار سے وہ مغرب کی ذہنی غلامی کا شکار ہو گئے" (ص ۱۵)۔ "شبلی، سرسید اور مغرب" مختصر مگر معلومات افزا مضمون ہے۔ "حسرت موہانی کی شخصی عظمت" بھی اگرچہ مختصر ہے، لیکن مضبوط کینوس پر یہ ایک جامع تحریر ہے، جس نے حسرت کی فکروحیات کے کم و بیش سبھی رنگ نمایاں کر دیے ہیں۔

"اردو میں ادبی تحقیق" اور "پاکستانی جامعات میں ادبی تحقیق" اپنے موضوعات پر معلومات افزا مضامین ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: "اب یہ شکایت بھی سننے میں آتی ہے کہ بعض امیدوار، معاوضے پر مقالے لکھوا کر سند حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں..... [اندریں حالات] زبانی امتحان [کے موقع پر ایک کھلی مجلس منعقد ہونی چاہیے] تاکہ اندازہ ہو سکے کہ مقالے میں [امیدوار] کی اپنی کاوش اور محنت کا کس حد تک